فکر و نظر ـــــ اسلام آباد　　جلد: ۳۶　　شمارہ: ۳، ۴

التفسیرات الاحمدیہ

ڈاکٹر محمد طفیل ☆

قرآن حکیم نور ہدایت ہے۔ انسانیت کی فلاح و کامرانی کا داعی ہے۔ انسان کو زندگی بسر کرنے کے لیے ایسے انمول اصول عطا کرتا ہے جو روحانی ترقی، مادی آسودگی اور اخروی کامیابی کی ضمانت ہیں۔ یہی اصول زندگی شریعت کی زبان میں احکام کہلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان مفکرین اور اہل علم اس امر پر متفق ہیں کہ یہ کتاب مبین احکام ربانی کا کبھی نہ ختم ہونے والا مجموعہ ہے۔ انہی احکام سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مفکرین اور مفسرین نے ایک خاص علم ایجاد کیا جو احکام القرآن کے نام سے موسوم ہے۔

"احکام القرآن" وہ علم ہے جس میں قرآن حکیم کی آیات سے احکام الٰہی کا استنباط کیا جاتا ہے۔ گویا قرآن کریم کی ایسی آیات اس علم کا موضوع ہیں۔ جن میں مسلمانوں کو احکام دیئے گئے ہیں۔ اس لیے یہ علم سب سے اہم قرار پاتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب ہدایت کے نزول کا بنیادی مقصد احکام الٰہی کی پابندی ہے۔ چنانچہ قرآنی احکام اصل ہیں اور دیگر علوم و فنون انہیں احکام کا علم حاصل کرنے کے ذرائع اور اسباب ہیں۔ خود ملا جیون(م۱۱۳۰ھ) نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ احکام القرآن کا علم عظیم تر اور بلند پایہ معلومات سے پر ہے۔ قرآن و سنت میں احکام کی تعداد اگرچہ قلیل ہے لیکن انہی سے تمام شرعی علل کا استنباط کیا جاتا ہے۔ جو صحابہ، تابعین، فقہاء اور مجتہدین امت کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

نزول قرآن کا منشائے ایزدی یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کے احکام سمجھے اور ان پر عمل کرے، اس لیے مسلمان علماء نے "احکام القرآن" کے موضوع پر خاص توجہ دی اور اس فن میں بے شمار کتب تحریر کیں۔[۱] جن میں امام شافعیؒ (م۲۰۶) ابوبکر احمد بن علی الجصاص (م۳۷۰ھ)، ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی (م۵۴۳ھ) اور قرطبی (م۵۴۷ھ) کی تصانیف کو مقبولیت اور شہرت دوام کا درجہ حاصل ہے۔ یہ کتب آج بھی متداول اور بطور کتب حوالہ استعمال ہوتی ہیں۔

اسلام کے مرکز سے دور اور عجمی ثقافت کے زیر اثر ہونے کے باوجود برصغیر کے عاشقان قرآن احکام القرآن کے موضوع پر قلم اٹھانے کی سعادت سے محروم نہیں رہے۔ اور اس خطہ میں پروان چڑھنے والے ایک نابغہ روزگار عالم دین نے "احکام القرآن" کے موضوع پر ایک ایسی پرمغز، وقیع اور علمی کتاب لکھی، جسے بجا طور پر ابوبکر جصاص کی احکام القرآن کا تتمہ اور اپنے موضوع پر فقہ حنفی کا ایک علمی شاہکار کہا جا سکتا ہے۔ اس علمی تصنیف کا نام "التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیۃ"[۲] ہے اور اس کا موضوع، جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے، "احکام القرآن" ہے۔

"التفسیرات الاحمدیہ" کے فاضل مصنف کا نام احمد ہے اور وہ ملا جیون[۳] کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کے والد کا اسم گرامی ابو سعید بن عبداللہ بن عبدالرزاق تھا وہ امیٹھہ[۴] کے مستقل باشندے تھے۔ اس لیے ملا جیون بھی امیٹھوی کہلاتے ہیں۔ ان کے والد درس و تدریس سے وابستہ رہے، بہت متقی وزاہد اور کریم النفس انسان تھے۔

ملا جیون ۲۵ شعبان ۱۰۴۷ھ کو امیٹھ میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ میں نے اس عمر میں قرآن حکیم حفظ کیا جب مجھے حروف اور اعراب کی پہچان نہیں تھی۔[۵] حفظ کے بعد ملا جیون نے مروجہ علوم و فنون پڑھے۔ انہوں نے شیخ محمد صادق ستر کھی اور مولانا لطف اللہ کوروی سے تعلیم حاصل

کی اور امیٹھہ میں مدرس رہے۔ ملا جیون بلا کے ذہین تھے اور ایک بار سن کر طویل قصائد یاد کر لیا کرتے تھے۔

ملا جیون کو تذکرہ نگاروں نے مغل بادشاہ عالمگیر کا استاد بتایا ہے۔ جب اورنگ زیب کو لاہور کا گورنر مقرر کیا گیا تو وہ بھی ان کے ساتھ لاہور میں قیام پذیر رہے۔ ملا جیون اورنگ زیب کے ساتھ تقریباً پانچ سال دکن میں بھی مقیم رہے۔ اس وقت وہ قاضی عسکر کے منصب پر فائز تھے۔ شہزادہ فرخ سیر بھی آپ کی علمیت اور تقوی کا معترف تھا۔ آپ نے پچیس سال کی عمر میں حرمین کا سفر کیا۔ پانچ سال وہیں رہائش پذیر رہے، وہیں آپ نے اصول فقہ کے موضوع پر اپنی شہرہ آفاق کتاب "نورالانوار" تصنیف کی۔ جو اپنے موضوع پر اہم کتاب ہے اور برصغیر کے دینی مدارس میں داخل نصاب ہے۔

یہ علمی چراغ ۸۔ذی قعدہ ۱۱۳۰ھ کو ہمیشہ کے لیے گل ہوگیا۔ دہلی میں بطور امانت دفن کیے گئے ۔ پچاس دن بعد ان کی قبر کھود کر ان کی میت نکالی گئی اور ایک تابوت میں رکھ کر امیٹھی پہنچائی گئی ، وہیں مدرسہ اسلامیہ کے قریب مقبرہ میں وہ دفن ہوئے اور ابدی نیند سو رہے ہیں اور مزار پر "ویتم نعمة علیك "(٦) کے الفاظ درج ہیں۔ جن سے ان کے سال وفات ۱۱۳۰ھ کا عدد برآمد ہوتا ہے۔(۷)

درس و تدریس اور قاضی کے منصب کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ملا جیون نے تصنیف و تالیف کی طرف بھی خصوصی توجہ دی۔ اور احکام القرآن، اصول الفقہ ، خودنوشت سوانح، تصوف اور شعر و شاعری میں آپ کی تصانیف ملتی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ التفسیرات الاحمدیة فی بیان الآیات الشرعیة

۲۔ نور الانوار شرح منار الانوار

۳۔ الآداب الاحمدیه فی بیان اوراد المشائخ والصوفیه(۸)

۴۔ مناقب اولیاء (فارسی)

۵۔ مثنوی بطرز مولانا روم

۲۔ القصیدۃ النعتیۃ مع شرحها

اس مختصر نشست میں ملا جیونؒ کے تمام علمی کارناموں کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ہم اپنی گفتگو کو احکام القرآن کے موضوع پر ان کی نادر تصنیف "التفسیرات الاحمدیہ" تک محدود رکھیں گے۔

فاضل مصنف ملا احمد المعروف "ملا جیون" (م۱۱۳۰ھ) نے اپنی علمی کتاب کا مکمل تعارف خود ہی کرا دیا ہے۔ چنانچہ وجہ تصنیف، مدت تالیف، کتاب کے حدود و قیود اور اس میں بیان کردہ مسائل کا انہوں نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے مصادر و مآخذ کی ایک فہرست بھی فراہم کر دی ہے۔ لہذا یہ امور بیان کرتے وقت ہم نے فاضل مصنف کی معلومات سے استفادہ کیا ہے۔ کیونکہ یہی سب سے زیادہ قابل اعتماد اور اصلی ماخذ ہے۔

"التفسیرات الاحمدیہ" کے فاضل مصنف نے لکھا ہے کہ "امام جلال الدین سیوطیؒ(م۹۱۱ھ) نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الاتقان فی علوم القرآن" [9] میں تحریر کیا ہے۔ کہ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ قرآن حکیم میں احکام کی پانچ سو آیات ہیں۔ امام سیوطی نے یہ وضاحت نہیں کی یہ کس کا قول ہے۔ لیکن میں نے صراحت سے یہ بیان کیا ہے کہ امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) کا یہ قول ہے کہ قرآن حکیم کی ایسی آیات، جن میں احکام بیان ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد پانچ سو ہے۔[10] میں عرصہ دراز تک ان آیات کی تلاش میں مصروف رہا۔ جب میرا یقین پختہ ہوگیا، تو میں نے ان آیات کی مزید جستجو کی، تاہم مجھے کامیابی نہ ہوئی۔ شاید میرے اس کام کا اجر امام غزالی کو ملے گا۔ کیونکہ وہی میرے اس کام کے محرک ہیں"۔ اس بیان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امام غزالی کی یہ رائے کہ کتاب مبین میں احکام کی آیات کی تعداد پانچ سو ہے۔ یہی رائے ہمارے فاضل مصنف کے لیے "التفسیرات الاحمدیہ" ترتیب دینے کا سبب بنی۔

وجہ تصنیف کی طرح ملا جیون نے اپنی اس اہم تصنیف کا زمانہ تحریر بھی خود ہی متعین کیا ہے۔ ان کا بیان ہے۔ سولہ سال کی عمر میں جب میں اصول شیخ الحسام پڑھ رہا تھا

انہی دنوں میں نے یہ کتاب "التفسیرات الاحمدیہ" لکھنے کا آغاز کیا۔ اس دوران بہت سی مشکلات اور دقتوں سے دوچار ہوا، لیکن میں نے اپنا کام حسن و خوبی جاری رکھا۔ جب میری عمر اکیس سال ہوئی تو ۱۰۶۹ھ میں نے یہ کتاب مکمل کر لی۔(۱۱) اور میں نے اس کا نام "التفسیرات الاحمدیه فی بیان الآیات الشرعیة" رکھا۔

اسی طرح فاضل مفسر نے اس امر کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ میں نے مکمل کتاب اللہ کی تفسیر نہیں لکھی بلکہ میں نے کتاب مبین کی صرف ایسی آیات کا انتخاب کیا جن میں صراحت کے ساتھ یا اشارتاً کوئی حکم موجود ہو۔ نیز قصص اور امثال کی آیات میں سے ایسی آیات کا چناؤ کیا گیا جو کسی شرعی مسئلہ سے متعارف کراتی ہیں۔ اس امر کی وضاحت کے لیے ملا جیون نے اپنی کتاب کا دیباچہ مکمل کرنے کے بعد اور تفسیر آیات الاحکام کا آغاز کرنے سے پہلے ایک طویل فہرست دی ہے۔ جس میں احکام والی سورتوں کے نام اور ان سے ماخوذ مسائل کے موضوعات درج ہیں۔

اس فہرست کا جائزہ لینے سے دلچسپ اعداد و شمار سامنے آتے ہیں کہ قرآن حکیم کی ۱۱۴ سورتوں میں سے صرف ۵۹ سورتوں سے احکام کی آیات کا انتخاب کیا گیا اور اس کتاب میں کل ۲۷۰ مسائل بیان ہوئے۔ ہر مسئلہ کبھی ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے، کبھی دو آیات اور بعض اوقات دو سے زیادہ آیات پر محیط ہوتا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ملا جیون نے ۵۰۰ آیات سے بحث کی، جن سے قرآنی احکام اخذ کیے جاتے ہیں۔ یہ ۲۷۰ مسائل جن سورتوں میں مذکور ہیں ان میں سے سورۃ البقرہ میں ۴۵، سورۃ النساء میں ۳۹، سورۃ المائدۃ اور سورۃ الانفال میں سے ہر ایک میں ۱۷ اور سورۃ النور میں ۱۳ مسائل بیان ہوئے ہیں۔ دیگر سورتوں میں ایک سے نو تک مسائل بیان کیے گئے ہیں۔(۱۲)

زیر مطالعہ کتاب میں پیغام ربانی کی ترتیب تلاوت اپنائی گئی ہے۔ چنانچہ یہ کتاب درحقیقت سورۃ البقرہ سے شروع ہوتی اور سورۃ الکوثر پر ختم ہوجاتی ہے۔ اسی طرح جن سورتوں سے زیادہ مسائل بیان کیے گئے ہیں، ان میں بھی قرآن مجید کی مروجہ ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں سب سے زیادہ مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس میں بیان

کردہ پہلا مسئلہ " ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً" (۱۳) سے ماخوذ ہے۔ اور اس سورۃ کا آخری مسئلہ سورۃ البقرہ کی آخری آیت کے حوالے سے تحریر ہوا ہے۔

برصغیر میں احکام القرآن کے موضوع پر لکھی جانے والی اس بلند پایہ تصنیف میں ملا جیون نے یہ اسلوب اپنایا ہے کہ وہ قرآن پاک کی ایک سورت کا اکائی کے طور پر مطالعہ کرتے ہیں۔ اس میں سے احکام کی آیات کا انتخاب کرتے ہیں اور انہیں مروجہ ترتیب تلاوت کے مطابق کرتے ہیں۔ حکم کی ہر آیت تحریر کرنے سے پہلے وہ لفظ "مسئلہ" لکھتے ہیں جو اس امر کی علامت ہے کہ سابقہ آیت اور اس سے متعلقہ مسائل و موضوعات اختتام پذیر ہوئے اور اب نئی آیت سے جدید موضوع کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ مسئلہ کا موضوع تحریر کرتے ہیں بعد ازاں وہ قرآن مجید کی متعلقہ آیت یا آیات نقل کرتے اور حاشیہ پر اس کا حوالہ ہندسوں میں اس طرح قلم بند کرتے ہیں، جیسے عصر حاضر کے محققین کا طریقہ ہے۔ یعنی وہ ہندسے دائیں جانب سے لکھنا شروع کرتے ہیں، پہلے سورت کا نمبر بعد ازاں آیت کا ہندسہ لکھ کر ان اعداد کو بین القوسین ظاہر کرتے ہیں۔ اس طرح وہ مسئلہ کو اولیت دیتے اور آیات کو ان کے ضمن میں بیان کرتے ہیں۔

قرآن پاک کی متعلقہ آیت یا آیات تحریر کرنے کے بعد ملا جیون عموماً اس قرآن پارے کا شان نزول بیان کرتے ہیں۔ اس آیت کے بارے میں منقول احادیث نبوی، آثار صحابہ، مفسرین کے اقوال اور ائمہ کرام کی فقہی آراء نقل کرتے ہیں۔ اسی طرح زیر بحث موضوع کے بارے میں وہ دیگر قرآنی آیات بھی پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورہ البقرۃ کی آیت " ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات۔ بل احیاء ولکن لا تشعرون" نقل کرنے کے بعد فاضل مفسر نے یہ امور بیان کیے ہیں:

۱۔ حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ شہداء اللہ کے ہاں زندہ ہیں ان کی ارواح کو رزق پیش کیے جاتے ہیں جن سے وہ فرحت اور خوشی محسوس کرتی ہیں۔ اسی طرح آل فرعون کو صبح و شام دوزخ کی آگ دکھائی جاتی ہے، جو ان کے لیے تکلیف دہ ہے۔ مجاہد سے روایت ہے کہ انہیں جنت کے پھل ملتے ہیں، وہ ان کی خوشبو سونگھتے ہیں لیکن وہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہیں۔

۲۔ اس آیت میں شہداء کی تخصیص اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے مقرب بندے ہیں اور انہیں زیادہ خوشی اور احترام ملتا ہے۔ امام زاہد کا قول ہے کہ شہداء رزق کی لذت سے لطف اندوز ہوتے ہیں کیونکہ قرآن حکیم میں ہے " یرزقون فرحین بمااتاهم الله" اس آیت کو اگر شہداء کے حق میں خاص رکھا جائے تو یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

۳۔ جو اہل علم شہداء کے بارے میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔ ان کا بھی فاضل مصنف نے ذکر کیا ہے۔ کہ قاضی بیضاوی کا رجحان اس طرف ہے کہ تمام ارواح جواہر ہیں، فی نفسہ ہی قائم ہیں اور مرنے کے بعد احساس رکھتی ہیں۔ معتزلہ کا اعتقاد ہے کہ میت پتھر کی طرح ہوتی ہے، اس میں زندگی نہیں ہوتی لہذا انہیں عذاب دینا محال ہے۔ وہ صرف قیامت کے دن زندہ کی جائیں گی۔ "نحن نقول" کہہ کر ملا جیون احناف کا مسلک واضح کرتے ہیں کہ اس آیت سے شہداء کی صرف قیامت کے دن زندگی ثابت کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن ہر جاندار زندہ ہوگا اور اس آیت میں شہداء کی زندگی بیان کرنے کا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا جواب الزامی نوعیت کا ہے کہ صاحب کشاف جار اللہ زمخشری معتزلی ہونے کے باوجود شہداء کی زندگی کے قائل ہیں اور انہیں نعمتیں ملنے کا بھی اعتراف کرتے ہیں۔

۴۔ اس آیت " بل احیاء عند ربهم یرزقون" بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ کے اشارہ النص سے یہ امر ثابت ہے کہ شہداء زندہ ہیں جیسا کہ امام شافعی انہیں حکماً زندہ مانتے ہیں۔ اشارہ النص کے بعض افراد کو خاص کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ ادا کی تھی۔ یہ حنفی اصول فقہ کا اصول ہے جسے فاضل مفسر نے " فی بعض الکتب" کہہ کر بیان کیا ہے۔

۵۔ ملا جیون نے ان شہداء کی فہرست بھی فراہم کی ہے جو دنیا اور آخرت میں ان احکام پر پورے اترتے ہیں۔ ان میں وہ عاقل بالغ مسلمان شامل ہے جو ظلماً "ہتھیار" سے مارا جائے اور اس کی دیت نہ لی جائے ۔ یا وہ شخص میدان جنگ میں زخمی ہو اور بعد میں بلا علاج فوت ہو جائے ۔ ان کے لیے دنیا میں احکام یہ ہیں کہ انہیں نہ غسل دیا جائے ،نہ کفن پہنایا جائے، ان کی نماز جنازہ پڑھ کر انہیں دفن کر دیا جائے۔ اور آخرت میں انہیں

عظیم مرتبہ حاصل ہوگا۔

۶۔ فاضل مصنف نے شہداء کو دنیا اور آخرت کے اعتبار سے تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک گروہ ایسا ہے، جس پر دنیا میں شہداء کے احکام کا اطلاق نہیں ہوتا لیکن آخرت میں انہیں شہداء کا مرتبہ ملتا ہے، جیسے پانی میں ڈوب کر، آگ سے جل کر، مکان کے نیچے دب کر، کسی جرم کی حد میں، جہاد، حج یا حصولِ علم کے دوران مرنے والے۔ نیز پیٹ کی بیماری سے مرنے والے اور بچہ کی ولادت کے دوران فوت ہو جانے والی خواتین۔ شہداء کا دوسرا گروہ وہ ہے جس پر دنیا میں شہید کے احکام جاری ہوں گے، لیکن آخرت میں ان پر شہداء کے احکام جاری نہیں ہوں گے ۔ ایسے شہداء جن کی نیت درست نہ ہو چنانچہ کرائے کے سپاہی اور اظہار شجاعت کے لیے لڑتے ہوئے مارے جائیں۔ جبکہ تیسرا فریق وہ ہے جس پر دنیا اور آخرت دونوں میں شہید کے احکام جاری نہیں ہونگے۔ جیسے باغی اور ڈاکو وغیرہ۔ ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں نہ غسل دیا جائے گا، نہ انہیں کفن پہنایا جائے گا۔ نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور نہ ہی انہیں آخرت میں شہداء کا درجہ حاصل ہوگا۔

اس طویل گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ کے علاوہ دیگر تمام مسلمان شہداء کو زندہ تسلیم کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے رزق سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ یہ ایک کلامی مسئلہ ہے۔ اسی طرح اشارۃ النص میں سے بعض افراد کو خاص کیا جا سکتا ہے۔ یہ اصول فقہ کا موضوع ہے۔ شہداء کی اقسام متعین کرنا اور ان کے احکام بتانا فقہی مضمون ہے، اس امر کی وضاحت کرنا کہ کرائے کے فوجی شہید کا درجہ نہیں پاتے، ایک فتوی ہے جو فتوی نویسی کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ اسی طرح احادیث رسول اللہ ، آثار صحابہ بیان کرنا محدث کی ذمہ داری ہے اور آیات کے الفاظ کا مفہوم متعین کرنا اور ان کا شان نزول بیان کرنا مفسر کا کام ہے۔ مذکورہ بالا آیت کی تحلیل سے عیاں ہوتا ہے کہ احکام القرآن کا موضوع کس درجہ وسیع اور دقیق ہے۔ اس پر قلم اٹھانے کے لیے کن کن علوم میں مہارت درکار ہوتی ہے نیز ملا جیونؒ نہ صرف ان علوم میں مہارت رکھتے تھے بلکہ انہیں نہایت سلیقہ مندی اور علمی انداز میں استعمال میں لاتے ہیں۔

"التفسیرات الاحمدیہ" میں احکام بیان کرنے کے لیے جن آیات کا انتخاب کیا گیا ان کے احکام بتانے کے ساتھ ساتھ فاضل مفسر بہت سے دیگر امور پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، جیسے آیت کے مختلف شان نزول ، الفاظ و کلمات کی لغوی تشریح جیسے لفظ قنوت، مشابہ اور ابتلاء وغیرہ ، ملا جیون قرات کا اختلاف ، نحوی مسائل لفظ آیات کی نحوی ترکیب، اسم اور مسمی کا ایک ہونا اور ان میں مغایرت کا نہ پایا جانا، بیان کرتے ہیں۔اسی طرح وہ اصطلاحات کی مختلف تعریفیں بھی پیش کرتے ہیں جیسے نسخ، انساء اور تبدیل کی تعاریف اور ان کے مفاہیم میں دقیق فرق اور لفظ امام کی اصطلاحی تعریف[۱۷] وغیرہ۔

قرآن حکیم میں بعض احکام ایسے ہیں جو بار بار بیان ہوئے ہیں۔اس موضوع پر لکھنے والوں نے ایسے احکام کے بارے میں عموماً دو طریقے اختیار کیے ہیں۔ وہ ہر ایسی آیت کے ذیل میں اس کے احکام تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ قاری جس آیت کے احکام سے چاہے استفادہ کرلے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب ایک ہی حکم کے بارے میں کتاب اللہ میں متعدد آیات ہوں، تو جب وہ ایسی پہلی آیت کے احکام بیان کرتے ہیں تو سارے احکام بیان کر دیتے ہیں۔ ایسی متعدد آیات کے احکام ایک ہی جگہ بیان کرتے ہیں اور انھیں بار بار نہیں دہراتے۔ ہمارے فاضل مفسر ملا جیون نے بھی یہی طریقہ کار اپنایا ہے کہ وہ مماثل احکام کی مختلف آیات میں سے ایک ہی جگہ پہلی آیت کے تحت متعلقہ تمام احکام ذکر کرتے ہیں اور بعد میں آنے والی مماثل آیات کو زیر بحث نہیں لاتے اور نہ ہی ان کے احکام بیان کرتے ہیں۔ اس طرح وہ بے جا تکرار سے اپنا دامن بچا لیتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مردار، خون، سور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ کے احکام قرآن حکیم کی سورۃ البقرہ، سورہ المائدہ، سورۃ الانعام اور سورۃ النحل وغیرہ میں مماثل الفاظ میں بیان ہوئے ہیں۔ ملا جیون نے سورۃ البقرہ میں موجود آیت کے ضمن میں ان امور[۱۸] پر بحث کی اور دیگر مقامات پر ان کا ذکر ہی نہیں کیا۔ گویا فاضل مفسر نے اپنے لیے یہ اصول وضع کیا کہ احکام کے کسی ایک موضوع پر ایک ہی جگہ مفصل گفتگو کریں گے، جو اس موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرے گی۔ اس لیے اسے بار بار ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ البقرہ کی آیت نسخ پر بحث کرتے وقت سورۃ النحل کی "آیت تبدیل" کو ساتھ ملایا گیا۔ فاضل مصنف کی تحقیق کے مطابق قرآن حکیم کی تمام منسوخ آیات کی فہرست(۱۹) بھی یکجا فراہم کر دی گئی ہے۔

ملا جیونؒ ایک حنفی فقیہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قرآنی احکام بیان کرتے ہوئے جا بجا حنفی آراء کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ کی آراء سے مخالف اقوال کا پرزور انداز میں رد کرتے ہیں۔ ان کا اسلوب یہ ہے کہ وہ زیر بحث مسئلہ میں مختلف فقہاء اور اہل علم کی آراء کا ذکر کرتے ہیں۔ بعد ازاں ، نحن نقول، یا فی کتبنا ، یا فی اصولنا، وغیرہ کے الفاظ کہہ کر فقہ حنفی کا دفاع کرتے ہیں۔ فقہ حنفی کے دفاع میں وہ قرآن و سنت ، اجماع قیاس سبھی سے استدلال کرتے ہیں اور عقلی و نقلی دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں اور حنفی فقہ کی صداقت، حکمت اور افضلیت ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔

صاحب التفسیرات الاحمدیہ سبھی مسائل میں فقہ حنفی کے اقوال کی تائید کرتے ہیں لیکن زیر نظر کتاب کے مطالعہ کے دوران ایک مسئلہ ایسا بھی سامنے آیا، جس میں وہ فقہ حنفی کے علاوہ کسی اور رائے کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ کا تعلق وضو کے امور سے ہے۔ احناف کے نزدیک وضو میں پاؤں دھوئے جاتے ہیں اور وہ آیت وضو میں لفظ " ارجلکم " کو منصوب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح احناف کے ہاں آیت وضو میں واؤ ترتیب کے لیے نہیں بلکہ مطلقا جمع کے لیے ہے اس لیے احناف کے مسلک میں وضو میں ترتیب سنت ہے۔ جبکہ فقہ شافعی میں وضو میں ترتیب فرض ہے۔ ان دونوں مسائل کے بارے میں ملا جیونؒ نے اپنی رائے یوں بیان کی ہے۔

" ولكن لا يخفى عليك ان احد المخدو زين لارم علينا، وهو اما ان نقول بمسح الارجل ليكون عطفا على قريب، واما ان نقول لو جوب الترتيب، لان جعل الارجل من المغسولات و عدم ايجاب الترتيب هنا لا يلائم النص والالقال وجوهكم وايديكم وارجلكم وامسحوابرؤ سكم لانه لم يظهر فى الفصل بينه و بين اخوته فائدة الآ ان يقال ان الفائدة

هی افضلیة الترتیب فافهم-(۲۰)

(ترجمہ) لیکن یہ امر آپ پر پوشیدہ نہیں، کہ ان دونوں ممنوعہ امور میں سے ایک ہمیں ضرور تسلیم کرنا ہوگا۔ ہم پاؤں پر مسح کرنے کے قائل ہوں، یا وضو میں ترتیب واجب قرار دیں ۔ کیونکہ پاؤں دھونا فرض ہو اور ترتیب بھی واجب نہ ہو تو یہ بات آیت کے مناسب حال نہیں۔ اگر یہ دونوں امور ایسے ہوتے تو یوں کہا جاتا۔ "اغسلوا وجوھکم وایدیکم وارجلکم وامسحوا برؤسکم" کہ آپ اپنا منہ، ہاتھ ، اور پاؤں دھوئیں اور اپنے سروں پر مسح کریں۔ کیونکہ پاؤں اور دوسرے دھوئے جانے والے اعضاء کے مابین فصل (وامسحوا برؤسکم) کا اور کوئی فائدہ نظر نہیں آتا کہ ترتیب مذکور واجب ہے یا کم از کم ترتیب افضل ضرور ہے۔

اس مسئلہ میں ملا جیون اپنے حنفی مسلک سے اختلاف کرتے ہیں اور اپنا میلان اس جانب ظاہر کرتے ہیں، کہ وضو میں ترتیب سنت نہیں بلکہ واجب ہے، جو احناف کے نظام فقہ میں سنت سے بڑھ کر اور فرض سے کمتر ایک درجہ ہے۔ اس طرح ملا جیون مجتہد فی المسائل کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اگر پوری کتاب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسے اور بھی مسائل مل جائیں، جن میں ملا جیون فقہ حنفی سے جداگانہ رائے رکھتے ہوں اور ان کا اصولی مسلک واضح ہو۔

اس کتاب کے مطالعہ سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ ملا جیون سفیان ثوری ، حسن بصری، زفر بن ہذیل، امام محمد بن حسن الشیبانی، امام ابو یوسف، امام مالک اور امام شافعی جیسے جلیل القدر ائمہ اور فقہاء کی آراء کثرت سے بیان کرتے ہیں۔وہ بعض فقہاء کی آراء سے اتفاق کرتے اور۔دیگر اہل علم کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں۔ مثلاً سر کے مسح کے باب میں ملا جیون نے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی مختلف آراء بیان کی ہیں۔(۲۱) لیکن انہوں نے امام احمد بن حنبل کی رائے بیان نہیں کی جو اس طرف اشارہ ہے کہ ملا جیون امام احمد بن حنبل کو فقیہ نہیں بلکہ محدث تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کے فقہی اجتہادات کی جانب زیادہ توجہ نہیں دیتے ۔

اس طرح تفسیرات احمدیہ کا قاری یہ خاص بات یہ محسوس کرتا ہے کہ ملا جیون نے جہاں معروف اور مسلمہ فقہاء کی آراء نقل کی ہیں وہاں وہ مسلمانوں کے چوتھے فقہی مسلک کے امام احمد بن حنبل کی آراء نقل نہیں کرتے۔ اس کی ایک ہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ ملا جیون بھی ابوبکر جصاص (م ۳۷۰ھ) اور ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) کی طرح امام احمد بن حنبل کو فقیہ اور مجتہد تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ انہیں صرف محدث مانتے ہیں۔

ملا جیون کی تصنیف "التفسیرات الاحمدیہ" ایک بلند پایہ علمی کتاب ہے۔ جو غالباً اپنے موضوع پر واحد کتاب ہے۔ جو برصغیر میں لکھی گئی۔ اس طرح "احکام القرآن" جیسے دقیق اور مشکل موضوع پر کتاب لکھنے کے بعد ملا جیون اس صف میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں امام شافعی، یحیٰی ابن آدم، ابوبکر جصاص، ابن العربی اور قرطبی اپنی اپنی تصنیف احکام القرآن کے ذریعے مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کرا رہے ہیں۔ ملا جیون کا زمانہ دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کا دور ہے۔ جب تک اکثر علوم مدون ہو کر مروج ہو چکے تھے اور احکام القرآن کا موضوع اپنے فنی عروج پر پہنچ چکا تھا۔ اس متاخر دور میں اس موضوع پر قلم اٹھانا آسان کام نہیں تھا۔ علمی مراکز سے دور ہونے کے باوجود ملا جیون نے اس مشکل موضوع پر اپنی کتاب مرتب کی، اسے اہل علم کی خدمت میں پیش کیا اور قبولیت کی سند پائی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ "التفسیرات الاحمدیہ" کے ترتیب پانے کے بعد سے اب تک یہ کتاب اہل علم میں متداول رہی اور برصغیر میں قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے والا کوئی شخص اس کتاب سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم رہا کہ مغلیہ دور میں یہ کتاب دینی مدارس میں شامل نصاب رہی ہے۔[۲۲] اپنی جامعیت، وسعت اور موضوع کے لحاظ سے یہ کتاب برصغیر کی پہلی کتاب ہے اور آخری بھی۔ کیونکہ اس موضوع پر برصغیر کے کسی اور فاضل کی عربی تحریر نہیں ملتی۔

یہ کتاب برصغیر کے حنفی فقہی ادب کی نمائندہ ہے۔ اس میں جن مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ اگرچہ ان میں فقہ حنفی کی فضیلت اور فوقیت علمی انداز میں ثابت کی گئی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ کتاب دیگر فقہی مسالک کی آراء کا بھی احاطہ کرتی ہے۔ اس لیے

ہم بجا طور پر یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ " التفسیرات الاحمدیہ" نے برصغیر میں فقہی مسالک متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ وسط ایشیاء کے راستے جو فقہی ادب برصغیر کے علماء کو میسر آیا تھا۔ ملا جیون نے اسے برصغیر میں نہ صرف پروان چڑھایا بلکہ اس میں قیمتی آراء کا اضافہ کیا۔

فاضل مفسر نے اپنی تصنیف میں علوم اسلامیہ کی اساسی کتب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں ان مصادر کی ایک فہرست فراہم کر دی گئی ہے۔ جس میں تفسیر، علوم القرآن، فقہ، اصول فقہ، علم الکلام اور سیرت طیبہ اور محدثین کی کتب شامل ہیں۔ جو ملا جیون کے کثرت مطالعہ اور تبحرّ علمی کا ثبوت ہیں۔ جس کا اظہار ان کی مایہ ناز تصنیف "التفسیرات الاحمدیہ" میں کثرت سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ملا جیون نے قرآن مجید کی آیت **هوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعا**[۲۴] کے احکام بیان کرتے ہوئے آٹھ بنیادی مصادر سے استفادہ کیا جن میں مدارک التنزیل، الکشاف ، کشف الاسرار، اصول الکرخی، احکام القرآن للجصاص، البیضاوی، ھدایہ اور تفسیر زاہدی شامل ہیں۔

ان مصادر سے استفادہ کے ساتھ فاضل ملا نے احادیث سے بھی بکثرت استفادہ کیا ہے۔ جیسے مذکورہ بالا آیت کے احکام بیان کرتے ہوئے انہوں نے یہ حدیث " **لاتبیعوا الطعام الا سواء بسوأ** " سے استدلال کیا ہے۔کہ "**اصل الاشیاء اباحة** " ہر شئی کا اصل اباحت ہے۔ لیکن انہوں نے اس حدیث کا کوئی حوالہ درج نہیں کیا۔ اسی طرح وہ جن مصادر سے حوالہ نقل کرتے ہیں، ان کے صرف نام لکھنے پر اکتفاء کرتے ہیں، باب ، صفحہ ، جلد، مطبعہ، ناشر اور سن طباعت وغیرہ قطعی تحریر نہیں کرتے۔ اس لیے قاری ان کے مآخذ تک رسائی حاصل کرنے میں دقت محسوس کرتا ہے۔

برصغیر کے فاضل فقیہ اور مفسر ملا جیون کے اسلوب نگارش کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ رواں اور آسان عربی زبان میں اپنا مدعا ظاہر کرتے ہیں۔ اصطلاحات کے لغوی اور اصطلاحی مطالب متعین کر کے اپنے موضوع یعنی اس آیت سے استنباط احکام کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اپنے متقدمین ابوبکر جصاص اور قرطبی کے برعکس وہ نہ

عربی اشعار سے استفادہ کرتے اور نہ ہی وہ قیل اور قال کے ذریعے مکالماتی انداز اپناتے ہیں۔ بلکہ وہ سلیس، سادہ اور رواں عربی زبان میں اپنا مقصد واضح کرتے ہیں تاہم ان کے اسلوب بیان پر عجمیت کا رنگ غالب ہے۔

ملا جیون کی "التفسیرات الاحمدیہ" کئی بار چھپ چکی ہے۔ غالباً پہلی بار یہ فقہی تفسیر ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء میں مطبع اخوان الصفا کلکتہ سے چھپی تھی۔ ہم نے اسی نسخے سے استفادہ کیا ہے۔ بعد میں یہ کتاب مطبع کریمی بمبئی اور مطبع رحیمیہ دیوبند سے بھی عمدہ انداز میں شائع ہوئی۔ مطبع کریمی والے نسخے کے حاشیے پر اس کی مختصر اور عمدہ شرح بھی شامل طباعت ہے۔(۲۵) اس کتاب کا اردو ترجمہ "احکام القرآن المعروف قرآن پاک کے فقہی مسائل" کے نام سے مکتبہ رحمانیہ وہاڑی سے چھپ چکا ہے۔

"التفسیرات الاحمدیہ" اپنے موضوع، اسلوب بیان اور علمی وقعت کی بناء پر برصغیر کی شاہکار کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ جس سے ملت اسلامیہ مستفید ہوتی رہے گی اور عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے برصغیر کی عالمی درجہ کی تصنیف قرار پاتی ہے۔ لیکن اہل علم نے اس کتاب پر مناسب توجہ نہیں دی۔ اس کی طباعت بھی پرانے انداز کی ہے نہ اس کی پیرابندی کی گئی ہے، نہ تخریج احادیث ہے، نہ ہی عربی عبادات کے مکمل حوالے درج ہیں۔ اور نہ ہی مشکل الفاظ پر اعراب لگائے گئے ہیں۔ اسی طرح اس کا نہ ہی کوئی اشاریہ ترتیب دیا گیا ہے۔ لہذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اس کتاب کو تحقیق کا موضوع بنایا جائے اور اسے مناسب فنی اور تحقیقی تقاضوں کے مطابق طبع کیا جائے تاکہ قاری اس کے علمی جواہر پاروں سے مستفید ہوسکے اور بیضاوی یا کشاف کی جگہ اسے برصغیر کے دینی مدارس اور جامعات میں شامل نصاب کیا جا سکے۔

مصادر و مراجع

۱۔ احکام القرآن کے موضوع پر مسلمان اہل علم کی تصانیف کی طویل فہرست ابن ندیم، حاجی خلیفہ وغیرہ نے مرتب کی ہے اس فہرست میں پہلی چار پانچ صدیوں میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب شامل ہیں۔ اس اہم موضوع پر بہت سی کتب طبع ہو چکی ہیں اور بہت کتب تاحال

قلمی شکل میں محفوظ ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ، الفہرست لابن ندیم مطبوعہ مکتبہ خیاط بیروت ص ۳۸ اور مابعد اور حاجی خلیفہ چلپی کی کشف الظنون طبع ج ۱ ص ۲۰۔ ہماری ناقص رائے میں یہ فہرست نامکمل ہے۔ اسے مکمل کرنے کے لیے اس موضوع پر بعد کے ادوار میں لکھی جانے والی کتب شامل کی جائیں۔

۲۔ ملا احمد جیون جون فوری امیٹھوی کی یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ اس وقت ہمارے پیش نظر اس کتاب کا وہ مطبوعہ نسخہ ہے، جو مطبع الطبی اور مطبع اخوان الصفا کلکتہ بھارت سے ۲۶۳اھ / ۱۹۲۴ء میں طبع ہوا تھا۔ غالباً یہ اس کتاب کا قدیم ترین نسخہ ہے۔ نام کے لیے اسی کتاب کا صفحہ ۵ ملاحظہ فرمائیے۔ جبکہ اسی نسخہ کے ٹائٹل پر اس کتاب کا مکمل نام یوں تحریر ہے۔ "تفسیرات الاحمدیہ" فی بیلن الآیات الشرعیة مع تفریعات المسائل الفقهیه ۔ اس نام میں " تفسیرات الاحمدیہ غالباً درست تحریر نہیں ہے۔ کیونکہ کتاب کے فاضل مصنف خود تحریر کرتے ہیں " وسمیته بالتفسیرات الاحمدیه ــ (ص۵)

۳۔ مطبوعہ نسخہ کے ٹائٹل پر اس کتاب کے مصنف کا نام ملا احمد الشہیر ملا جیّن تحریر ہے جو درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اسی مصنف کی دوسری شہرہ آفاق تصنیف " نور الانوار فی شرح المنار" پر ان کا نام ملا جیون لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح قریباً تمام تذکرہ نگاروں نے ان کا نام ، ملا جیون ، لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ، تذکرہ علماء ہند صفحہ ۴۵، نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ــ اور مآثر الکرام ص ۲۰۶

۴۔ امیٹھ لکھنئو کے مضافات میں ایک قصبہ ہے جس کی آبادی پانچ ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ اس قصبہ سے کئی اہل علم پیدا ہوئے جن میں ہمارے فاضل مصنف بھی شامل ہیں۔ بحوالہ معین الدین ندوی کی کتاب " ومعجم الامکنة التی ذکر فی نزهة الخواطر ص ۷۰۔

۵۔ ملا احمد جیون، التفسیرات الاحمدیه ص ۵، طبع کلکتہ ، اخوان الصفا ۱۲۶۳ء / ۱۸۲۶ء

۶۔ رحمان علی ۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۴۵

۷۔ مسلمان اہل علم قرآنی آیات ، احادیث نبوی اور علماء کے اقوال کے حروف کے اعداد جمع کرکے ان سے نامور فوت ہونے والے اصحاب کی تاریخ وفات نکالا کرتے تھے۔ یہ علم اب مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ اسے زندہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

۸۔ التفسیرات الاحمدیه ص ۶۰۴

۹۔ سیوطی ، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن ص ۷

۱۰۔ ملا جیون، احمد، التفسیرات الاحمدیه ص ۵ ، کلکتہ ، مطبع اخوان الصفا۔

۱۱۔ حوالہ مذکور۔ اسی صفحہ پر فاضل مصنف نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس نے کس قسم کی منتخب آیات قرآنی کی تفسیر بیان کی ہے۔

۱۲۔ "التفسیرات الاحمدیہ" میں بیان کردہ سورتوں کے ناموں اور ہر سورت کے ذیل میں پیش کردہ مسائل کے لیے زیر بحث کتاب ملاحظہ فرمایئے ص ۶۔۱۲

۱۳۔ قرآن حکیم سورہ البقرہ آیت ۲۹ ، ترجمہ۔ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب کا سب اس نے تمہارے لیے پیدا کیا۔

۱۴۔ قرآن حکیم ، سورہ البقرہ آیت ۱۵۴۔ ترجمہ " اے ایمان والو! جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے آپ انہیں مردہ نہ کہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن آپ لوگ اس کا شعور نہیں رکھتے۔

۱۵۔ قرآن حکیم سورہ آل عمران آیت۶۹ ۔ ترجمہ ، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی اپنے فضل سے انہیں جو کچھ عطا کرتا ہے، وہ اس سے خوش ہیں۔

۱۶۔ شہید کے بارے میں پوری بحث "التفسیرات الاحمدیہ" کے صفحات ۳۵۔۳۷ پر ملاحظہ کیجئے۔

۱۷۔ ملا جیون، احمد، التفسیرات الاحمدیہ ص ۲۴ تا ۳۳ پر۔۔ مباحث جا بجا ملتے ہیں۔

۱۸۔ ملا جیون، احمد، التفسیرات الاحمدیہ ص ۳۸۔۴۰ یہ موضوع سورۃ البقرہ کی آیت نمبر۱۷۳ کے تحت تفصیل سے بیان کیا گیا اور دیگر مقامات پر مذکور نہیں۔

۱۹۔ تفصیل کے لیے دیکھئے" التفسیرات الاحمدیہ " ص ۱۵۔ ۲۴

۲۰۔ " التفسیرات الاحمدیہ " ص ۲۷۵

۲۱۔ التفسیرات الاحمدہ ص ۲۷۳

۲۲۔ ندوی، ابوالحسنات، ہندوستان کی قدیم دینی درسگاہیں ص ۵۵

۲۳۔ قرآن حکیم سورہ البقرہ آیت ۲۹ ترجمہ اللہ کی وہی ذات ہے جس نے زمین کی ہر چیز آپ کے لیے پیدا کی۔

۲۴۔ التفسیرات الاحمدیہ ،

۲۵۔ قاری محمد عادل خان اور مولانا محمد فاضل خان(مترجمین) احکام القرآن اردو ترجمہ التفسیرات الاحمدیہ ص ۱۹۔ وہاڑی، مکتبہ رحمانیہ ۔